سیر و سوانح

تحریر: جناب عبدالرشید عراقی صاحب
سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ

# حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ

**نام و نسب**

آپ کا نام عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ، لقب ذوالنورین ہے۔ زمانہ جاہلیت میں کنیت ابوعمرو تھی۔ جب آپؓ نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے نکاح ہوا۔ اور ان کے بطن سے عبداللہؓ بن عثمانؓ پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنی کنیت ابوعمرو کی بجائے ابوعبداللہ اختیار فرمائی، قریش میں آپ عالی نسب تھے۔ ماں باپ دونوں طرف سے قریشی ہیں۔ عبدمناف پر آپ کا شجرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ قریش میں بنی اُمیّہ کی طرف منسوب ہیں۔ اور اموی کہلاتے ہیں۔

آپ کے سنِ ولادت میں مؤرخین کا اختلاف ہے، علامہ ابنِ خلدون نے تصریح کی ہے کہ واقعہ فیل کے چھٹے سال یعنی ہجرتِ نبوی سے ۴۷ سال قبل پیدا ہوئے۔

**قبل اسلام**

آپ کے بچپن اور سنِ رُشد کے حالات پردہ اخفاء میں ہیں۔ اور اس سلسلہ میں تاریخ خاموش ہے۔ اس قدر پتہ چلتا ہے کہ آپ بھی بموجب عادات عرب بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اور جب سنِ شعور کو پہنچے تو عام اہلِ عرب کے خلاف اسی زمانہ میں پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا عہدِ شباب کا آغاز ہوا تو تجارتی کاروبار میں مشغول ہوئے اور اپنی صداقت، دیانت اور راستبازی کے باعث غیر معمولی فروغ حاصل کیا۔

**قبولِ اسلام**

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ۳۴ واں سال تھا جب مکہ معظمہ میں توحید کی آواز بلند ہوئی۔ ابتدائے حسنِ شعور سے اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو خصائل حمیدہ اور صفات پسندیدہ، خلق، مروت، شجاعت، سخاوت وغیرہ سے متصف فرمایا تھا۔ اور آپ ان صفات کی وجہ سے داعی حق کو لبیک کہنے کو تیار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو انہوں نے دینِ مبین کی تبلیغ و اشاعت کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ اور اپنے حلقہ و احباب میں تلقین و ہدایت کا کام شروع کر دیا۔ ایامِ جاہلیت سے ہی حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ میں باہمی ارتباط تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ اور کوشش سے آپؓ نے اسلام قبول کیا۔

اس وقت جو بھی اسلام قبول کرتا تھا اس کے عزیز و اقارب اس کے خلاف ہو جاتے تھے۔ اور نوبت مار کٹائی تک پہنچ جاتی تھی ۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے چچا حکم بن العاص نے آپ کو بہت تکالیف پہنچائیں۔ آپ کو ڈرایا دھمکایا کہ کسی طرح آپ دینِ حنیف سے پھر جائیں اور اپنے آبائی مذہب کو دوبارہ اختیار کرلیں۔ لیکن آپ پر چچا کے الفاظ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آپ سچے دل سے دین اسلام اختیار کر چکے تھے۔ اس لیے آپ نے صاف جواب دیا۔ اے عم قوم آپ کو جو جی چاہے کریں۔ میں دینِ اسلام سے پھر نہیں سکتا۔ اور آپ کی تقاریر کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا ؎

صد بلا گر پیش پیش آید من درویش را
ہرگزم از کوئے آں مہ روئے برگشتن مباد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہدایت تھی نے ایسا نقش توحید میرے دل میں جما دیا ہے کہ آپ کی نصیحت اس پر کسی قسم کا اثر نہیں کر سکتی اور جو نقش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و تلقین سے میرے دل پر جم گئے ہیں۔ وہ کبھی بھی مٹ نہیں سکتے ۔ ؎

ناصح نصیحت تو بنا شد اثر پذیر
ماراز اختیار دل بیقرار است

**آنحضرتؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ سے شادی:۔** قبول اسلام کے بعد حضرت عثمانؓ کو وہ شرف حاصل ہوا۔ جو ان کی منقبت کا سب سے درخشاں باب ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپ سے کرایا۔ اور اس نکاح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مصاہرت کا رشتہ بھی قائم فرما دیا۔

**ہجرتِ حبشہ** دعوتِ اسلام تین برس تک پوشیدہ رہی۔ پھر حکم قرآنی فاصدع بما تومر "جو کچھ آپ کو حکم دیا جاتا ہے اس کو برملا اور واشگاف کیجئے" کے مطابق دعوتِ اسلام علی الاعلان ہونے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے مشرکین قریش کے غیظ و غضب میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اور دوسری طرف آنحضرتؐ کی دعوت بھی مقبول ہو رہی تھی۔ تو قریش نے اپنی ایذا رسانیوں کی مہم تیز تر کر دی تھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کا مشورہ دیا۔ شروع میں دس مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے۔ بعد میں وقتاً فوقتاً کچھ اور مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے۔ جہاں تک ان کی تعداد ۸۲ ہو گئی۔ انہیں مہاجرین میں حضرت عثمانؓ اور ان کی اہلیہ حضرت رقیہؓ بھی ہجرت کر کے حبشہ گئیں۔ چنانچہ یہ پہلا قافلہ تھا۔ جو حق و صداقت کی محبت میں وطن اور اہلِ وطن کو

چھوڑ کر جلا وطن ہوا، ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ اس لئے پریشان خاطر تھے۔ ایک روز ایک عورت نے خبر دی کہ اس نے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ اتنا معلوم ہونے کے بعد آپ نے فرمایا۔ ان عثمان اول من ھاجر باھلہ من ھذہ الامۃ۔ (اصابہ)

یعنی میری اس امت میں عثمانؓ پہلا وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ جلا وطن ہوا۔

چند برس بعد حبشہ خبر پہنچی کہ قریش مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو بہت سے مہاجرین مکہ واپس آ گئے۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ تو بہت سے مہاجرین واپس حبشہ چلے گئے۔ لیکن حضرت عثمانؓ واپس نہ گئے۔ اور اپنی اہلیہ کے ساتھ یہیں مقیم رہے۔

**ہجرتِ مدینہ** قریش کی روز افزوں عداوت اور ایذا رسانی کے باعث جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا عزم فرمایا۔ تو بہت سے مسلمان مدینہ منورہ پہنچنے لگے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو مسلمان مدینہ پہنچ گئے تھے۔ ان میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، مع اہل و عیال بھی تھے۔ مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوسؓ بن ثابت سے ان کی مواخات قائم کر دی۔ اس مواخات سے ان دونوں میں اس قدر محبت و یگانگت پیدا ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت پر حضرت اوسؓ کے بھائی حضرت حسانؓ بن ثابت نے ایک پُر درد مرثیہ لکھا۔ اور حضرت حسانؓ بن ثابت جب تک زندہ رہے۔ سوگوار رہے۔

**بیر رومہ کی خریداری** مکہ سے ہجرت کر کے مسلمان جب مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ اس لیے کہ مدینہ میں صرف بیر رومہ ایک ایسا کنواں تھا۔ جس کا پانی پینے کے لائق تھا۔ لیکن اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ لیکن اس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے اس عام مصیبت کو رفع کرنے کے لیے اس کنوئیں کو خرید کر وقف کرنا چاہا سعی بلیغ کے بعد یہودی نصف حق پر فروخت کرنے پر راضی ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے ۱۲ ہزار درہم میں نصف کنواں خریدا۔ اور یہ شرط قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے لیے یہ کنواں مخصوص ہو گا۔ اور ایک دن یہودی اس کو اپنے مصرف میں لائے گا۔ جس دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اتنا پانی بھر لیتے تھے کہ وہ ان کے لیے کافی ہوتا تھا۔ یہودی نے جب یہ صورت دیکھی کہ اس طرح اس کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو اُس نے بقیہ نصف بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے پاس فروخت کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے اس بقیہ نصف کی رقم ہزار درہم ادا کر کے اس کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ اس طرح اسلام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کا یہ پہلا ترشح تھا۔ جس

نے توحید کے تشنہ لبوں کو سیراب کیا ۔

**غزوۂ بدر میں عدم شرکت** کفر و اسلام کی سب سے پہلی جنگی آویزش جو بدر کی صورت میں ظاہر ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس میں ایک اتفاقی حادثہ کے باعث شریک نہ ہوسکے اس کے بعد عام غزوات میں حضرت عثمانؓ جان و مال کے ساتھ شریک رہے ۔ بدر میں عدم شرکت کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کی اہلیہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ علیہ وسلم سخت علیل تھیں ۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا کہ آپ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال اور ان کے علاج کے سلسلہ میں مدینہ ہی میں قیام کریں ۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اس بیماری سے جانبر نہ ہوسکیں ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ ، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے ۔ کہ حضرت زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ پر سوار مدینہ میں داخل ہو کر غزوۂ بدر کی فتح مبین کا اعلان کر رہے تھے ۔ غزوۂ بدر میں عدم شرکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی ۔ اس لیے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی مالِ غنیمت میں سے ایک مجاہد کا حصہ عطا فرمایا تھا ۔

**ذوالنورین کا خطاب** حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا کی ذات سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو شرف حاصل تھا اس سے محرومی کا انہیں سخت ملال اور رنج تھا ۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت اُمِ کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا ۔ یہ وہ شرف و امتیاز تھا ۔ جس کے باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عام لقب ذوالنورین ہو گیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی دلجوئی اس قدر منظور تھی کہ چند برس بعد حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اگر میری کوئی (بن بیاہی) بیٹی اور ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کر دیتا ۔" فتح الباری ج ۷ ص ۲۲۶

**غزوۂ اُحد میں شرکت** ۳ھ میں غزوہ اُحد پیش آیا ۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شرکت کی اس غزوہ میں پہلے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی لیکن وہ مسلمان تیر انداز جو عقب کی حفاظت کر رہے تھے ۔ اپنی جگہ چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے ۔ کفار نے مسلمانوں کی اس غلطی سے فائدہ اُٹھایا اور اچانک پیچھے سے حملہ کر دیا ۔ اس حملہ سے جنگ کا پانسہ بدل گیا ۔ اور مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی ۔ اسی اثناء یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت پائی ۔ اس افواہ نے مسلمانوں کے حواس اور بھی گم کر دیئے ۔ سوائے چند آدمیوں کے جو جہاں تھے وہیں ۔ متحیر ہو کر رہ گیا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں تھے ۔ اور حضرت عثمانؓ کا یہ فعل ایک وحشت انگیز

خبر کا فوری اثر تھا۔ اس کو میدان جنگ سے فرار نہیں کہا جا سکتا۔ یہ اتفاقی غلطی تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے عام عفو عام کی بشارت دے دی۔

انّ الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان إنّما استزلّھم الشّیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم (آلِ عمران ۱۵۵)

"اور تم سے وہ لوگ جنہوں نے جنگ کے موقع پشت دکھا دی۔ حقیقت میں شیطان نے ان کے بعض اعمال کے بدلہ میں پھیلا دیا۔ اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور بے شک خدا بڑا بخشنے والا اور بردبار ہے"

## دیگر غزوات

غزوہ اُحد کے بعد ۴ھ میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا۔ اس غزوہ میں شرکت کیلئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقامی کا شرف حاصل ہوا ۵ھ میں غزوہ خندق کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت عثمانؓ ان تمام مہمات میں شریک تھے۔

## صلح حدیبیہ کی مہم میں شرکت

صلح حدیبیہ تاریخ اسلام کا ایک نہایت اہم موڑ ہے۔ کیونکہ اس کے بعد سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی رفتار میں اضافہ ہوا۔ قرآن مجید نے اس صلح کو فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ اس میں بھی شریک تھے۔ بلکہ ان کو اس موقع پر جو شرفِ خاص حاصل ہوا۔ ان کے صحیفہ عظمت و منقبت کا ایک نہایت روشن باب ہے۔

۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارتِ کعبہ کا قصد کیا۔ حدیبیہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ آمادہ پرخاش ہیں، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑنا مقصود نہیں تھا۔ اس لیے مصالحت کے خیال سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر بھیجا اور فرمایا کہ مکہ جا کر آپ قریش سے صاف صاف کہہ دیں کہ ہم تو صرف عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں۔ جنگ ہمارا مقصد نہیں ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ آئے اور عمائدینِ قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا قریش کے ہاں حضرت عثمانؓ کا بڑا وقار اور مرتبہ تھا۔ انہوں نے پیشکش کی۔ کہ آپ طواف کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے طواف نہیں کر سکتا (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۰۲)

## بیعتِ رضوان

مشرکین مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی میں رکاوٹ ڈالی اور اس کے ساتھ یہ خبر مشہور ہوئی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ملی۔ تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے جنگ سے فرار نہ کرنے پر بیعت لینے کا اعلان عام فرمایا۔ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی اس لیے

قرآن مجید میں اس درخت کا خاص طور پر ذکر آیا ہے۔ جن صحابہ کرامؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی تعداد ۱۴سو تھی۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبا یعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا (الفتح ۱۸)

بے شک اللہ مومنوں سے اس وقت راضی ہوگیا۔ جب کہ (اے محمد) یہ سب آپ سے ایک درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ اور جو کچھ اس وقت تمہارے دلوں میں تھا، اللہ کو اس کا علم تھا۔ پھر اللہ نے تم کو سکون قلب عطا فرمایا۔ اور ایک فتح عاجل تک تم کو پہنچایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود اپنے دستِ مبارک پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بیعت کی یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا وہ طرہ امتیاز ہے۔ جو ان کے علاوہ اور کسی کے حصہ میں نہیں آیا۔

آخر میں مشرکین نے مسلمانوں کے جوش سے خائف ہوکر مصالحت کر لی۔ اور حضرت عثمانؓ بخیریت واپس آگئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سال بغیر عمرہ کئے اپنے فدائیوں کے ساتھ مدینہ واپس چلے آئے۔

۷ھ میں معرکہ خیبر پیش آیا۔ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ اور اسی سال غزوہ حنین کا معرکہ پیش آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

## غزوۂ تبوک اور جیش العسرۃ

۹ھ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے اس کا تدارک ضروری تھا۔ لیکن یہ زمانہ بہت عسرت اور تنگی کا تھا۔

اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تشویش ہوئی اور آپ نے صحابہ کرامؓ کو جنگی سامان کے لیے زر و مال سے اعانت کی ترغیب دلائی۔ صحابہ کرامؓ نے اس سلسلہ میں بڑی بڑی رقمیں پیش کیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار متمول صحابہ کرامؓ میں ہوتا تھا۔ آپ نے اس غزوہ میں ایک تہائی فوج کے جملہ اخراجات تنہا اپنے ذمہ لے لیے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ اس غزوہ میں ۳۰ ہزار پیادے اور دس ہزار سوار شامل تھے۔ اس بنا پر گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۱۰ ہزار سے زیادہ فوج کے لیے سامان مہیا کیا۔ ارباب سیر نے تفصیل سے اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس کار خیر میں جو حصہ پایا۔ وہ اس طرح ہے۔

۱۔ ۲۰۰ سو اوقیہ چاندی اور دوسو اونٹ (زرقانی ج ۳ ص ۷۰)

۲۔ ۷۰ ہزار درہم (انساب الاشراف بلاذری ج ۱ ص ۴۶۸)

۳- ایک ہزار اونٹ ، گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۲)
۴- ، سو اوقیہ سونا (فتح الباری ج ۶ ص ، ۳۳)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس فیاضی سے اس قدر خوش تھے کہ ثمرفیاں کو دستِ مبارک سے اُچھالتے تھے ۔ اور فرماتے تھے ۔

ماضر عثمان ما عمل بعد ھذا الیوم (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۲)

یعنی آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا ۔
یہ موسم سخت گرمی ، قحط سالی اور تنگ دستی کا تھا ۔ اس وجہ سے اس لشکر کو جیش العسرۃ کہا گیا ہے
سنہ ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا ۔ جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ، بھی اس حج میں شریک تھے ۔ واپس آنے کے بعد ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور ۱۲ ربیع الاوّل دوشنبہ کے دن آپ کا وصال ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

## حضرت عثمانؓ ، حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد میں

حضرت عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیرِ خاص اور معتمد الیہ تھے ۔ اور آپ کی اعلیٰ درجہ کی مشاورتی کونسل کے رکن رکین تھے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ، کی خلافت کے زمانہ میں بھی آپ کی حیثیت ممتاز رہی ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ، نے امرھم شوریٰ بینھم پر عمل پیرا ہونے کے لیے اکابر مہاجرین و انصار پر مشتمل جو مجلسِ شوریٰ بنائی تھی ۔ اس کے تمام ارکان ارباب فتویٰ و اصحاب الرائے تھے ۔ اور حضرت عثمانؓ بھی اس مشاورتی کونسل کے ایک رکن تھے ۔

طبقات ابن سعد میں ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب کوئی امر درپیش ہوتا تھا تو وہ ارباب رائے و اصحاب فقہ سے مشورہ کرتے تھے ۔ اور مہاجرین و انصار میں عمرؓ ، عثمانؓ ، علیؓ عبدالرحمن بن عوف معاذ بن جبل ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بلاتے تھے ۔
یہ سب حضرات خلافت صدیقیؓ میں ارباب فتویٰ تھے ۔ (ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۹)
حضرت عثمانؓ چونکہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ۔ اس لیے آپ کی حیثیت ابوبکر صدیقؓ کے سیکرٹری کی تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ، کی دستاویز آپ ہی نے لکھی تھی ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے بڑی سنجیدہ ہوتی تھی ۔ اس بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی بڑی قدر تھی ۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی مرض الوفات میں حضرت عمرؓ فاروق کے بارے میں ان سے دریافت فرمایا ۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا ۔

" جہاں تک میں جانتا ہوں ۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور بے شک ہم میں ان کا جواب نہیں ہے ۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۴۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دعا دی ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پیغام استخلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پبلک میں پڑھ کر سنایا تھا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے ۔ تو ان کے عہدِ خلافت میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہت قدر و منزلت تھی ۔ اور آپ مشاورتی کونسل کے رکن رکین تھے ۔ طبقات ابن سعد میں ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا ۔ کہ صحابہ کرامؓ میں سے عمروؓ بن العاص معاویہؓ بن ابی سفیان اور مغیرہؓ بن شعبہ جیسے حضرات کو گورنر بناتے اور جو صحابہؓ ان حضرات سے افضل تھے ۔ مثلاً عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اور ان جیسے ان کو گورنر نہیں بناتے تھے ۔ کیونکہ وہ ان حضرات کو اس سے بلند و بالا سمجھتے تھے کہ وہ گورنری کا کام انجام دیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان حضرات کا بڑا لحاظ اور ادب بھی کرتے تھے ۔ کسی نے پوچھا آپ اکابر صحابہؓ کو والی نہیں بناتے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا کہ ان حضرات کا دامانِ بزرگی گورنری جیسی چیز سے ملوث کروں ۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۰۳)

بہر حال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، دونوں کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بڑا اونچا مرتبہ و مقام اور اعتماد و اعتبار تھا ۔ امام محمدؒ بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) صحیح بخاری میں یہ واقعہ لائے ہیں ۔ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح ازواج مطہرات کو بھی اپنی میراث لینے کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے جب ازواج مطہرات کو حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ کیا ۔ تو

اُن کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو روانہ کیا۔

## شہادت حضرت عمر فاروقؓ

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے ایک پارسی غلام فیروز نامی جس کی کنیت ابولولو تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے آقا کے بھاری محصول مقرر کرنے کی شکایت کی۔ شکایت بے جا تھی۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوئی خاص توجہ ہی نہ کی۔ اس پر وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔ اور دوسرے دن صبح کی نماز میں خنجر سے حملہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر گر پڑے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی، زخم کاری تھا۔ جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور آپ نے ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو دس سال چھ ماہ اور ۴ دن حکمرانی کر کے شہادت پائی۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

## خلافت حضرت عثمانؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین کے بعد انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا۔ یہ یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب وہ زخمی ہوئے تھے۔ چھ آدمیوں کی کمیٹی نامزد کر دی تھی۔ کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کر لیا جائے۔ اور ساتویں اپنے لڑکے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو اسی کمیٹی میں شامل کیا تھا۔ اور ان کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی۔ کہ ان سے مشورہ لیا جا سکتا ہے۔ خلیفہ نامزد نہیں کیا جا سکتا۔ جن چھ اصحاب کی کمیٹی بنائی گئی تھی۔ وہ اصحاب یہ تھے۔

حضرت عثمان ، حضرت علی ، حضرت عبدالرحمن بن عوف ، حضرت سعد بن ابی وقاص ، اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم یہ تمام حضرات عشرہ مبشرہ میں شامل تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے سلسلہ میں دو دن بحث جاری رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر تیسرے دن حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق چھ آدمیوں میں دائر ہے لیکن اس کو تین شخصوں تک محدود کر دینا چاہیے اور جو اپنے خیال میں جس کو مستحق سمجھتا ہے اس کا نام لے چنانچہ:۔

حضرت زبیر بن العوامؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کی نسبت رائے دی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے حق میں ووٹ ڈالا۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے متعلق اظہارِ خیال کیا۔

اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا میں اپنے حق سے باز آیا۔ اس کے بعد معاملہ صرف دو آدمیوں میں منحصر ہے اور ان دونوں میں سے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنتِ شیخین کی پابندی کا عہد کرے گا۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے علیحدہ علیحدہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے گفتگو کی اور کہا کہ اب خلیفہ

کے انتخاب کا فیصلہ میرے ہاتھ میں دیدیں چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مسجد نبویؐ میں ایک مختصر تقریر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کی ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے بیعت کی ۔ اور ۴ محرم ۲۴ھ سے حضرت عثمانؓ باتفاق عام مسند نشین خلافت ہوئے اور دنیائے اسلام کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔

"ہم نے اس شخص کو خلیفہ بنایا ہے ۔ جو اب زندہ لوگوں میں سب سے بہتر ہے اور ہم نے اس میں تقصیر نہیں کی (طبقات ابن سعدؒ)"

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بھی یہی رائے تھی ۔ کہ ہم نے زندہ لوگوں میں سے سب سے بہتر آدمی کو خلیفہ بنایا ہے ۔

**خلافت کے بعد پہلا خطبہ** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گو خلیفہ اوّل و دوم کی طرح ایک اچھے خطیب نہ تھے تاہم آپ نے جو خطبہ دیا ۔ وہ بڑا اثر انگیز ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔

"اے لوگو! تم سب دارِ مسافرت میں ہو ۔ عمرؓ کا جو حصّہ باقی ہے بس اس کو پورا کرنے والے ہو ۔ اس لیے تم زیادہ سے زیادہ جو نیکی کر سکتے ہو اپنے اپنے مقررہ وقت سے پہلے اسے کر گزرو ۔ بس یہ سمجھو کہ موت اب آئی یا جب آئی ۔ بہرحال اسے آنا ضرور ہے ۔ خوب سن لو ، کہ دنیا کا سارا تار و پود ہی مکر و فریب سے تیار ہوا ہے اس لیے دیکھو کہیں تم کو یہ دنیا کی زندگی دھوکہ نہ دے جائے ۔ اور اللہ سے تم کو غافل نہ کر دے ۔ لوگو! جو لوگ گزر گئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو ۔ اور ہاں سعی اور جدوجہد کرو ۔ غفلت نہ برتو ۔ کیونکہ تم سے غفلت نہ برتی جائے گی ۔ کہاں ہیں وہ اربابِ دنیا جنہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اسے آباد رکھا ۔ اور اس سے ایک مدت تک بہرہ اندوز ہوئے ۔ کیا دنیا نے ان لوگوں کو اپنے اندر سے باہر نہیں نکال پھینکا ۔ تم دنیا کو اسی مقام پر رکھو ۔ جس پر خدا نے اسے رکھا ہے اور آخرت کی طلب کرو ۔ اللہ نے دنیا کی اور جو چیز خیر ہے ۔ اس کی مثال اس طرح بیان کی ہے ۔

" اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں کو بتا دیجئے ۔ کہ دنیا کی زندگی کی مثال اس پانی جیسی ہے ۔ جسے ہم آسمان سے نازل کرتے ہیں (کہف، طبری ج ۴ صـ۲۴۳)

**فتوحات و توسیع مملکت** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں شام، ایران اور مصر کو فتح کرکے اسلامی قلمرو میں شامل کر لیے تھے۔ اور ملکی نظم و نسق اور طریقہ حکمرانی کا ایک دستور العمل بھی بنا دیا تھا۔ اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے میدان صاف تھا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نرمی اور ملاطفت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیاست کو اپنا شعار بنایا۔ اور ایک سال تک ملکی نظم و نسق میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے یہ کام کیا جو فتوحات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نامکمل رہ گئی تھیں۔ ان کو مکمل کیا۔ جہاں کوئی بغاوت ہوئی اس کا استیصال کیا۔ اور اس کا تدارک کرکے حکومت میں استحکام پیدا کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو فتوحات ہوئیں۔ اگر ان پر تفصیل سے لکھا جائے تو یہ مقالہ بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لیے یہاں صرف یہ تفصیل دی جاتی ہے جو علاقے اور شہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں اسلامی حکومت میں شامل ہوئے۔

۲۵ھ میں اسکندریہ کو دوبارہ فتح کیا گیا۔ لیبیا اور تیونس کو اسلامی قلمرو میں شامل کیا گیا۔

۲۷ھ میں اندلس پر حملہ کیا گیا۔ اور اس حملہ کے بعد ابن اثیر کے مطابق اس معرکہ میں مسلمانوں کو جو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس سے مسلمانوں کی طاقت و قوت اور شوکت و حشمت میں اضافہ ہوا (الکامل ج ۳ ص ۹۳)

۲۸ھ میں قبرص فتح ہو گیا۔ اور اس کو فتح کرکے ایک اسلامی مملکت میں شامل کر دیا گیا (فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۵)

قبرص کے بعد جزیرہ کو فتح کرکے اسلامی سلطنت کا حصہ بنا دیا گیا۔

۳۰ھ میں طبرستان کو فتح کیا گیا۔ ۳۱ھ میں خراسان کو فتح کرکے اسلامی قلمرو میں شامل کیا۔

۲۳ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتح ہو چکا تھا۔ لیکن بعد میں وہاں بغاوت ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن عامر نے خراسان کی فتح کے بعد سیستان کی مہم پر روانہ ہوئے اور اس کو دوبارہ فتح کرکے اسلامی سلطنت کا حصہ بنایا۔

فتوحات میں وسعت اور ان میں استحکام کے علاوہ اس سلسلے میں خلافتِ عثمانی کا ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ اس میں بحری جنگ کی ابتداء ہوئی۔ اور ساتھ ہی اس درجہ مضبوط اور طاقت ور بحری بیڑہ تیار ہوا کہ بازنطینی حکومت جس کا اس زمانہ میں سمندر پر سب سے بڑا اقتدار تھا۔ اس کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور بحرِ روم میں اس کی طاقت کو فنا کر دیا۔ اس بحری بیڑے کے دو مرکز تھے۔ ایک ساحل شام اور دوسرا اسکندریہ اول الذکر کے کمانڈر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ اور ثانی الذکر کے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سعد بن ابی سرح

یہ دونوں تاریخ اسلام کے پہلے امیر البحر ہیں۔ اور وہ بھی اس شان کے جس طرف رُخ کر لیا۔ مطلع صاف ہو گیا۔ مستشرقین نے ان کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔

### نظم و نسق مملکت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد جو میرا جانشین ہو۔ وہ سال بھر تک ان کے مقرر کیے ہوئے گورنروں کو تبدیل نہ کرے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کی اس وصیت پر عمل کیا۔ آپ نے نہ ہی گورنروں کو تبدیل کیا۔ اور نہ ہی نظام حکومت میں کسی قسم کا تغیر و تبدیل کیا۔ حضرت عثمانؓ کا نظام حکومت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروقؓ کی طرح جمہوری تھا۔ اور ایک جمہوری حکومت کی سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ فرمانروائے مملکت اور عوام دونوں قانون کی نگاہ میں یکساں ہوں۔ اور ان میں کوئی فرق و امتیاز نہ ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے عہد میں ہر شخص کو اظہارِ رائے کی آزادی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے عام عمال، عمالِ خراج، سرحدوں پر فوجوں کے کمانڈروں کے نام اور عام مسلمانوں کے نام پیغامات ارسال کیے۔ اور ان پیغامات کا خلاصہ یہ تھا۔

"مسلمانوں کے معاملات حق و انصاف کو پیشِ نظر رکھا جائے وعدہ کی پابندی کی جائے خواہ دشمن ہو یا دوست حق دو اور حق لو کے کلیہ کو مدنظر رکھا جائے۔ امانت، دیانت اور راستبازی کا ہمیشہ خیال رکھا جائے۔ کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ معروف کو مدنظر رکھا جائے۔ اور اہنی سے اجتناب کیا جائے۔ (از طبری)

### تعمیرات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے اپنے عہدِ خلافت میں تعمیرات کی طرف خاص توجہ دی۔ ۲۶ھ میں آپ نے مسجد الحرام کی مرمت کرائی۔ اور اس میں توسیع کی اس سلسلہ میں گرد و نواح کی زمین خرید کر مسجد الحرام میں شامل کیں۔ آپ سے پہلے ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے بھی مسجد الحرام میں توسیع کی تھی۔ اور کچھ مکانات خرید کر اس میں شامل کیے تھے۔ (ابن اثیر کامل ج ۳ ص ۸۷)

۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں توسیع کی۔ اور اسے خوبصورت بنایا۔ ان مقدس مقامات کے علاوہ رفاہ عامہ کے لیے بہت سے تعمیری کام کیے۔ سڑکیں، پل، دفاتر کے لیے وسیع عمارتیں بنوائیں۔ ممالک محروسہ اسلامیہ میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ کوفہ میں مسافروں کے لیے ایک بہت بڑا مہمان خانہ بنوایا۔ بصرہ میں بھی ایک مہمان خانہ بنایا گیا اور اس کا نام قصرِ عثمان رکھا گیا مدینہ طیبہ جو دار الخلافہ تھا۔ اس کے بھی تمام راستوں یعنی سڑکیں جو مختلف شہروں سے مدینہ کی طرف آتی تھی ان کی مرمت کرائی گئی اور اس کے ساتھ چوکیاں، سرائیں اور پانی کے چشمے بنوائے گئے۔ (معجم البلدان ج، ص ۹۸)

**ایک مکمل فلاحی ریاست** ہمارا زمانہ جو علوم وفنون اور انسانی تہذیب و تمدن کی انتہائی ترقی اور عروج کا زمانہ ہے ایک فلاحی ریاست کا جو تصور ہے۔ خلافتِ عثمانیؓ اس کا مکمل نمونہ اور مظہر تھی۔ ایک فلاحی ریاست کے لیے جو نمایاں خصوصیات ہونی چاہیئں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ سب اہلِ مملکت امن و امان اور خوشحالی سے رہیں۔ اور حکومت روزگار، کسب سے معذور اور ضرورت مند لوگوں کے لیے زندگی کی ضروری اشیاء کی متکفل ہو۔

۲۔ کسبِ معاش کے دروازے ہر شخص کے لیے کھلے ہوں کسی شخص اور کسی طبقہ کے ساتھ امتیاز نہ کیا جائے۔

۳۔ ہر شخص کو براہِ راست سربراہ حکومت تک اپنی شکایات پہنچانے کا حق ہو۔

۴۔ حکام اور منصب دارانِ حکومت مطلق العنان نہ ہوں۔ ان کو حکومت کی جانب سے باز پرس اور جواب طلبی کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہو۔

ان خصوصیات کی روشنی میں خلافتِ عثمانی کا جائزہ لیجئے۔ تو صاف نظر آئے گا۔ کہ آپ کی خلافت ان سب خصوصیات کی بہمہ وجوہ جامع تھی۔

۱۔ کسی گھر میں جو بچہ پیدا ہوتا تھا۔ اس کا اسی وقت ۵۰ درہم وظیفہ مقرر کر دیا جاتا تھا۔ اور جب بچہ ایک سال کا ہو جاتا تھا۔ تو وظیفہ کی رقم ایک سو درہم ماہانہ کر دی جاتی تھی۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کے عہد میں مہاجرین کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے علاوہ کچھ اور پابندیاں بھی تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے یہ سب پابندیاں ختم کر دیں۔ اور ہر شخص کو آزادی دے دی۔ کہ وہ مدینہ سے باہر بھی بسلسلہ کسبِ معاش جا سکتا ہے۔

۳،۴۔ ہر شخص کو آزادی حاصل تھی کہ وہ براہ راست خلیفہ سے اپنی شکایات کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کا یہ معمول تھا کہ خطبہ جمعہ شروع کرنے سے پہلے اور دونوں خطبوں کے درمیانی وقفہ میں لوگوں سے ان کے احوال و کوائف معلوم کرتے اور حج کے موقع پر اذن عام تھا۔ کہ جس کسی والی یا عامل کے خلاف کسی کو کوئی شکایت ہو تو وہ بے تکلف اس کا اظہار کرے اور پھر سننے پر ہی اکتفا نہیں تھا بلکہ معاملہ کی خاطر خواہ تحقیق فرماتے اور جو شکایت یا بے عنوانی کا مرتکب ہوتا اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرتے تھے۔

**ان وجوہ کی بنا پر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ حضرت عثمان کی خلافت ایک اعلیٰ درجہ کی فلاحی ریاست نہیں تھی۔**

**بغاوت اور اس کے اسباب** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کی مدت خلافت ۱۲ سال ہے۔ اس میں نصف

اول یعنی ابتدائی ۶ سال کا دور غیر معمولی ترقی وعروج ، وسعت فتوحات اور خوشحالی کا دور ہے اس دور میں اسلامی مملکت کا رقبہ مراکش سے کابل تک پھیل گیا۔ دولت کی ریل پیل عام ہوئی۔ زراعت اور صنعت وتجارت میں بے بہا اضافہ ہوا لیکن نصف ثانی سخت انتشار اور فتنہ وفساد کا دور تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں جو اسباب رونما ہوئے۔ ارباب سیر اور تذکرہ نویسوں نے اس پر مفصل روشنی ڈالی ہے اب ہم ذیل میں وہ اسباب اور وجوہ بیان کرتے ہیں۔ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور اس کے بعد ان کی شہادت کا سبب بنے۔

دنیا میں کوئی اہم اور بڑا واقعہ پیش آتا ہے تو اچانک ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے اسباب جلی ہوں یا خفی پہلے سے کارفرما ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پورا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا لیکن طبیعت کی افتاد ، مزاج ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ومعیت اور شرف صحبت وتعلیم وتربیت کے اعتبار سے یہ سب یکساں مرتبہ مقام کے حضرات نہیں تھے۔ پھر انہیں مسلمانوں میں اعراب بھی شامل تھے۔ اور اعراب میں دو طبقے اسلامی معاشرے کا جزء بنے ہوئے تھے۔ ایک منافقین دوسرے مؤلفۃ القلوب ؛

منافقین نے مار آستین بن کر اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے کیا کچھ نہیں کیا قرآن مجید نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دوسرا طبقہ مؤلفۃ القلوب کا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تالیف قلب میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرمایا۔ مگر ان میں بھی ایسے حضرات کی اکثریت تھی۔ جنہوں نے سچے دل سے اسلام قبول نہیں کیا۔ اور محض دنیاوی منافع کے حصول کی غرض سے مسلمانوں سے وابستہ رہے۔ چنانچہ عینہ بن حصین الفزاری جو اعیان مؤلفۃ القلوب میں سے تھا۔ مرتد ہونے کے بعد عہد صدیقیؓ میں گرفتار کر کے مدینہ لایا گیا۔ اور اس سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے ساتھ معاملہ بڑی داد ودہش اور لطف وکرم کا تھا۔ پھر آخر کیوں وہ مرتد ہو گیا تھا۔ تو اس نے صاف جواب دیا۔

واللہ ما امنت قطہ

خدا کی قسم میں کبھی ایمان لایا ہی نہیں تھا۔

ان دونوں طبقوں کے علاوہ یہود تھے۔ جن کا اگرچہ مدینہ سے خاتمہ ہو چکا تھا۔ لیکن اسرائیلیات کی شکل میں وہ اپنے اثرات چھوڑ گئے تھے۔ جو اسلام کی سالمیت اور اس کے استحکام کے لیے ہر وقت خطرہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روز افزوں طاقت وقوت کے باعث ان کو ابھرنے اور علانیہ مخالفت کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی رضی اللہ عنہ، میں اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرنے کے لیے تین عناصر میدان میں آئے۔

۱ ۔ مدعیانِ نبوّت ۲ ۔ مرتدین ۳ ۔ مانعینِ زکوٰۃ

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، نے بیک وقت اوران تینوں محاذوں پر ان کے خلاف جنگ کر کے انہیں ختم کر دیا ۔ اور اسلام کی وحدت و سالمیت کو مجروح ہونے سے بچا لیا ۔ خلیفۂ اوّل کا یہ عظیم الشان کارنامہ تاریخ اسلام کا ایک درخشاں باب ہے ۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اسی فتنہ وفساد کا پیش خیمہ تھی ۔

## حضرت عثمان رضؓ کے خلاف سازش کے اسباب

حضرت عثمان کے خلاف کے اسباب جو واقعات رونما ہوئے اس کے بنیادی اسباب یہ تھے ۔

۱ ۔ سب سے پہلی وجہ یہ ہے ۔ کہ صحابہ کرامؓ کی وہ نسل جو فیضِ نبوت سے براہِ راست مستفیض ہوئی تھی ۔ وہ ختم ہو چکی تھی ۔ جو لوگ موجود تھے ۔ انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی ۔ اور ان کی جگہ ان کی اولاد نے لے لی تھی ۔ اور یہ لوگ کسی لحاظ سے بھی اپنے بزرگوں کے ہمسر نہیں تھے ۔

۲ ۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ، کے مشورہ اور مسلمانوں کی پسندیدگی و رضامندی سے امامت و خلافت کیلیے قریش کا خاندان مخصوص ہو گیا تھا ۔ اب اس کی مخالفت ہو رہی تھی ۔ اور لوگ اس پر بضد تھے ۔ کہ قریش اور دوسرے مسلمانوں میں مساوات کو پیشِ نظر رکھا جائے ۔

۳ ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کی حکومت کابل سے لے کر مراکش تک تھی ۔ جس میں سینکڑوں قومیں آباد تھیں ان محکوم قوموں کے دلوں میں قدرتاً مسلمانوں کے خلاف جذبہ انتقام موجود تھا لیکن مقابلہ نہیں کر سکتے تھے ۔ اس لیے انہوں نے سازشوں کا جال پھیلایا ۔ جن میں سب سے آگے مجوسی اور یہودی تھے ۔

۴ ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، فطرتاً حلیم اور بردبار تھے سختی کا برتاؤ نہیں کرتے تھے ۔ کسی سے انتقام بھی نہیں لیتے تھے ۔ اسی لیے مفسد اور شریر لوگوں کے حوصلے بڑھ گئے ۔

۵ ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق اموی خاندان سے تھا ۔ اور اپنے خاندان کے بہت خیرخواہ تھے ۔ آپ ہمیشہ اور اکثر اپنے ذاتی مال سے اہل خاندان کی امداد و اعانت کیا کرتے تھے ۔ مخالفین نے آپ پر یہ اعتراض اٹھایا کہ آپ سرکاری بیت المال سے اپنے خاندان کے لوگوں کی امداد کرتے تھے ۔

۶ ۔ ہر امام کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے کارکن اور عمال اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں ۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ۔ حضرت عثمانؓ نے نظامِ خلافت کے قیام و استحکام کے لیے خاندان سے زیادہ افراد کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کیا ۔

مندرجہ بالا اعتراضات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے خلاف سازش کا ذریعہ بنے ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے خلاف شورشیں شروع ہو گئیں ۔ آپ کو بدنام کرنے کے لیے کئی طریقے اختیار کیے گئے ۔ آپؓ نے اس فتنہ کو

دبانا چاہا۔ لیکن یہ آگ ایسی لگی ہوئی تھی کہ اس پر مشکل سے ہی قابو پایا جاسکتا تھا۔ اور خفیہ طور پر ایک ایسی جماعت وجود میں آگئی۔ جس کا مقصد فتنہ و فساد تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے خلاف سازش کا سب سے بڑا مرکز مصر تھا۔ اور مسلمانوں کے سب سے بڑے مخالف یہودی تھے۔ چنانچہ ایک یہودی انسل نو مسلم عبداللہ بن سبا نے حیرت انگیز سازشانہ قوت سے مختلف الخیال مفسدوں کو ایک مرکز پر متحد کردیا۔ اور اس کو زیادہ مؤثر بنانے کے لیے اس نے مذہب میں عجیب و غریب عقائد اختراع کئے۔ اور خفیہ طور پر ملک میں اس کی اشاعت کی، موجودہ شیعی فرقہ دراصل انہی عقائد پر قائم ہوا۔

## مخالفین کے اعتراضات اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے اس کے جوابات

مورخ ابن اثیر نے الکامل میں ان تمام اعتراضات کا تفصیلی ذکر کیا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پر کیے گئے۔ اور حضرت عثمانؓ نے ان اعتراضات کے جوابات دیئے اس کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند ایک اعتراضات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے جو ان کے جوابات دیئے وہ بھی ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

**اعتراض** بیت المال کو بے جا صرف کیا اور مسرفانہ طریقہ پر اپنے اعزہ و اقارب کے ساتھ سخاوت کا اظہار کیا۔

**جواب** اس الزام کے جواب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نے فرمایا، کہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ مدینہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت رکھتا ہوں۔ اور ان کے ساتھ فیاضی کرتا ہوں۔ لیکن میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں کیا، بلکہ صرف ان کے واجبی حقوق ادا کرتا ہوں اسطرح فیاضی اپنے ہی مال تک محدود ہے۔ مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں اور نہ کسی دوسرے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ، وعمر رضی اللہ عنہ، کے عہد میں بھی اپنے مال میں سے گرانقدر عطیے دیا کرتا تھا۔ حالانکہ میں اس زمانہ میں بخیل و حریص تھا۔ اور جب کہ میں اپنی خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں۔ زندگی ختم ہو چکی ہے۔ اور اپنا تمام سرمایا اہل و عیال کے سپرد کر دیا ہے۔ تو ملحدین ایسی باتیں مشہور کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کسی شہر پر خراج کا کوئی بار ایسا نہیں ڈالا ہے کہ اس کا الزام دینا جائز ہو۔ اور جو کچھ وصول ہوا وہ ان ہی لوگوں کے رفاہ و بہبود پر صرف ہوا۔ میرے پاس صرف خمس آتا ہے۔ اور اس میں سے میرے لیے کچھ لینا جائز نہیں۔ مسلمانوں نے اس کو میرے مشورے کے بغیر مستحقین میں صرف کیا۔ خدا کے مال میں ایک پیسہ کا تصرف نہیں کیا جاتا۔ میں اس سے کچھ نہیں لیتا ہوں۔ یہاں تک کہ کھاتا بھی ہوں تو اپنے ہی مال سے۔ (طبری صـ ۱۹۵۳)

**اعتراض** مروان کو افریقہ کے مال غنیمت کا خمس دیا گیا۔

**جواب** اس اعتراض کے جواب میں مورخین نے لکھا ہے یہ بالکل سراسر بہتان ہے۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے۔

یعنی ابن زبیرؓ نے فتح کا مژدہ اور پانچواں حصہ دارالخلافہ روانہ کیا۔ جس کو پانچ لاکھ دینار پر مروان نے خرید لیا۔ اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مروان کو دے دیا گیا۔ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ پہلے معرکہ کے مال غنیمت کے خمس کا خمس ابن ابی سرح کو دے دیا تھا۔ (ابن خلدون ج ۲ ص ۱۲۹)

**اعتراض** بیت المال کے مہتمم عبداللہ بن ارقم کو معزول کر کے زید بن ثابت کو مہتمم مقرر کیا تھا۔

**جواب** اس اعتراض کے جواب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

صاحبو! عبداللہ بن ارقم ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانے سے اس وقت تک آپ کے تقسیم وظائف کی خدمت انجام دیتے رہے۔ لیکن اب بوڑھے اور ضعیف ہو گئے ہیں۔ اس لیے اس خدمت کو زید بن ثابت کے سپرد کر دیا ہے۔

**اعتراض** حضرت عبداللہ بن مسعود کا روزینہ بند کر دیا گیا۔

**جواب** اس اعتراض کے متعلق مورخین نے لکھا ہے۔ کہ یہ اعتراض قابل حجت ہیں۔ امام وقت کو سیاسی وجوہ کی بناپر اختیار حاصل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے متعلق حضرت عثمانؓ کو کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ جس کی بناء پر وظیفہ روک دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے وفات پائی تو انصاف سے کام لے کر جس قدر وظیفہ بیت المال کے ذمہ تھا۔ اور جس کا تخمینہ ۲۵ ہزار تھا۔ ان کے ورثاء کے حوالہ کر دیا (ابن سعد)

**اعتراض** مدینہ کے اطراف میں البقیع کو سرکاری چراگاہ قرار دیا۔ اور عوام کو اس سے مستفید ہونے سے روک دیا۔

**جواب** اس اعتراض کے بارے میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔

لوگ کہتے ہیں کہ تو نے مخصوص چراگاہیں بنائی ہیں۔ حالانکہ خدا کی قسم میں نے اس کو مخصوص چراگاہ قرار دیا ہے جو مجھ سے پہلے مخصوص ہو چکی اور خدا کی قسم ان لوگوں سے وہی مخصوص چراگاہیں تیار کرائیں جن پر تمام اہل مدینہ غالب آ گئے۔ اس کے بعد چرانے سے نہیں روکا۔ اور اس کو مسلمانوں کے صدقے پر محدود کر دیا۔ ان کو اس لیے چراگاہ بنایا۔ تاکہ والی صدقہ اور کسی کے درمیان نزاع نہ واقع ہو۔ پھر کسی کو نہ منع کیا، نہ اس سے ہٹایا بجز اس کے جس نے بطور رشوت کے کوئی درہم دیا۔ میرے پاس اس وقت دو اونٹوں کے سوا اور کوئی مویشی نہیں ہے۔ حالانکہ جس وقت میں نے خلافت کا بارگراں اپنے سر لیا ہے تو میں عرب میں سب

سے زیادہ اونٹوں اور بکریوں کا مالک تھا۔ اور آج ایک اونٹ اور ایک بکری تک نہیں سے صرف حج کیلئے دو اونٹ رہ گئے ہیں۔

**اعتراض** حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ مصحف کے سوا تمام مصاحف کو جلا دیا۔

**جواب** اس اعتراض کے جواب میں تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ

ایک مصحف کے سوا تمام مصاحف کے جلا دینے کا الزام صرف ان لوگوں کے نزدیک قابل وقعت قرار پاسکتا ہے۔ جن کے دل بصیرت سے اور آنکھیں بصارت سے محروم ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود کوئی صحیفہ ترتیب دے کر پیش نہیں کیا۔ بلکہ فتنہ کے ظہور سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو مصحف تیار کرایا تھا۔ اس کی نقول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختلف احصار و دیار میں بھجوادیں۔ اور اسی کی تعلیم پر تمام امت کو متفق کر دیا۔ یہ آپ کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جس کے بارا سے کبھی بھی امتِ محمدیہ سبکدوش نہیں ہوسکتی۔

**اعتراض** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ اور عرفہ میں صلوٰۃ قصر یعنی دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کبھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی۔

**جواب** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بے شک خلافت کے آخری سالوں میں منیٰ اور عرفہ میں بجائے قصر کے اتمام صلوٰۃ کرنا شروع کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

یا ایہا الناس انی تاہلت بمکۃ قدمت وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تاہل فی بلد فلیصل صلاۃ المقیم (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۶۲)

**صاحبو!** جب میں مکہ پہنچا تو یہاں اقامت کی نیت کر لی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو کسی شہر میں اقامت کی نیت کرے۔ اس کو مقیم کی طرح نماز پڑھنا چاہیے۔

چنانچہ مسئلہ بھی یہی ہے۔

لیکن حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ازالۃ الخفاء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فعل کی توجیہہ یہ کی ہے کہ آپ کے نزدیک سفر کرنا رخصت تھا۔ عزیمت نہیں۔ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔ میں بھی اس کو ترجیح دیتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء)

**اعتراض** مصری وفد کے ساتھ بدعہدی کی گئی جس کا نتیجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت

میں ظاہر ہوا۔

**جواب** اس اعتراض کے جواب میں مؤرخین نے یہ لکھا ہے۔ کہ

جب مصر کا ایک وفد جس میں کوفہ اور بصرہ کے لوگ شامل تھے۔ اپنے مطالبات کا محضر نامہ لے کر مدینہ منورہ کے قریب وجوار میں پہنچ گئے۔ لیکن حضرت علیؓ بن ابی طالب کی تحریک پر یہ وفد واپس ہو گیا۔ واپسی میں اس وفد کو راستہ میں ایک شخص ملا۔ جو خلیفہ کا ایک خط لے کر والیٔ مصر کے پاس جا رہا تھا۔ وفد نے اس شخص کی جامہ تلاشی لی۔ اور اس کو خط مل گیا۔ جس میں تحریر تھا۔ کہ وفد کی گردن اڑا دی جائے خط پر سرکاری مہر تھی۔ اس پر وفد کو سخت غصہ آیا۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ ہم سے بدعہدی ہے۔ اور وہ لوگ فتنہ و فساد پر تیار ہو گئے۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی مرحوم لکھتے ہیں۔

" ہم نے اس سلسلہ میں جو غور کیا ہے اس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ جعلی خط درحقیقت عبداللہ بن سبا یا اس کی جماعت کے کسی شخص کا لکھا ہوا تھا۔ اور مروان سے اس کا ہرگز کوئی تعلق نہ تھا۔ اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ مصری وفد کو جس طرح یہ خط حضرت عثمانؓ کا لکھا ہوا ملا تھا۔ اسی طرح ان کو ایک خط حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا موصول ہوا تھا۔ جس میں ان کو مدینہ لوٹ آنے اور حضرت عثمانؓ کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ واپس آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے درخواست کی کہ آپ بھی ہمارے ساتھ خلیفہ سوم کے پاس چلیے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر یہ لوگ بگڑ گئے۔ اور سخت طنزیہ انداز میں بولے۔

اگر آپ ہمارے ساتھ چلنے کو آمادہ نہیں ہو تو پھر آپ نے ہمیں کیوں خط لکھا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر بہت حیران ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم، میں نے تم کو ہرگز کوئی خط نہیں لکھا

(عثمان ذوالنورین ص ۲۱۴ طبع لاہور)